مولانا محمد شہاب الدین ندوی - انڈیا

مذاہب عالم میں تعدد ازدواج کا قانون

ایک علمی و واقعاتی جائزہ

ڈاکٹر الٹیکر (A.S. ALTEKAR) کے مطابق ہندو معاشرے میں اگرچہ یک زوجگی (MONOGAMY) غالب تھی اور ویدک دیوتاؤں میں بھی یک زوجگی پائی جاتی تھی، تاہم کثیر زوجگی (POLYGAMY) کا رواج اکثر معاشرے کے مالدار اور حاکم طبقات میں زیادہ تھا:

It is true that monogamy normally prevailed in Hindu Society. The Vedic Gods also are monogamous. In practice, however, polygamy often prevailed in the rich and ruling sections of society.[13]

یہی مصنف مزید تحریر کرتا ہے کہ ویدک لٹریچر میں کثیر زوجگی کے حوالے قطعی طور پر زیادہ ہیں:

References to polygamy are fairly numerous in the Vedic literature.[14]

چنانچہ مصنف نے اس کی دو چار مثالیں اس طرح پیش کی ہیں:

(۱) (ہندوؤں میں) تاج پوشی کی رسم کی ادائیگی کے لئے بادشاہ کا پہلے سے چار بیویوں والا

---

13. Altekar, Dr. A.S., The position of women in Hindu civilization, P.104, Delhi, 1983.

۱۴ حوالۂ مذکور   ۱۵ ایضاً، ص ۱۰۵

ہونا ضروری تصور کیا جاتا تھا، اگرچہ عملاً اس سے زیادہ تعداد بھی رہی ہو۔

(۲) پدر منو (FATHER MANU) کی دس بیویاں مانی جاتی ہیں۔

(۳) آئتاریا برہمن (AITARIA BRHMANA) کے راجہ ہریش چندرا کی ایک سو بیویاں تھیں۔[15]

(۴) ہندو دھرم کے لوگ رام چندر جی کو اپنا بھگوان مانتے ہیں، چنانچہ ان کے پتا راجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں جیسا کہ آج کل ہندوستان کی ٹی وی سیریُس "رامائن" میں دکھایا جارہا ہے۔

غرض ڈاکٹر الٹیکر نے سنسکرت کے مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ مؤخر ویدک لٹریچر میں متعدد شہادتیں ملتی ہیں کہ کثیر زوجگی کا رواج معاشرے کے کچھ طبقات میں پوری طرح سرایت کئے ہوئے تھا، نیز موصوف کی تصریح کے مطابق بہت سے ابتدائی معاشروں میں بیویاں خود اپنے شوہروں سے تقاضا کرتی تھیں کہ وہ مزید شادیاں کر کے ان کی تعداد بڑھائے، تاکہ ان کے گھریلو کام اور مشقت میں تخفیف ہو، جب کہ شادی کا سب سے بڑا مقصد عورت کیلئے اپنے شوہر کا کام کرنا ہوتا تھا، لہذا وہ چاہتی تھی کہ اس کام میں دوسری عورتیں بھی اسکی شریک ہوجائیں۔[16]

پس مصنف "کاماشوترا" کے حوالے سے مزید لکھتا ہے کہ ہندو مذہب میں شادی کے ذریعہ نرینہ اولاد (لڑکے) کا حصول غیر مشروط طور پر ضروری سمجھا جاتا ہے، ورنہ پہلی بیوی بانجھ ہونے کی صورت میں اسے دوسری شادی کی اجازت حاصل تھی، بلکہ بعض تحریروں کے مطابق ایک بیوی کا یہ فرض تھا کہ وہ بانجھ ہونے کی صورت میں خود ہی اپنے شوہر کو دوسری شادی کے لئے مجبور کرے۔

....a son was absolutely necessary, and so society permitted the husband to take a second wife, if the first one was barren. Nay we find some writers laying

---

15. Altekar, Dr. A. S., The position of women in Hindu civilization, P. 105, Delhi, 1983.

16. حوالۂ مذکور

down that it was the duty of the wife to urge her husband to contract a second marriage, if she had failed to present a son to him [17].

مشہور محقق و سائنسدان ابوریحان البیرونی (متوفی ۴۰۸ھ) جس نے سالہا سال تک ہندوستان میں مقیم ہوکر سنسکرت زبان سیکھی، پھر یہاں کے علوم و فنون اور رسم و رواج کا گہرائی کے ساتھ مشاہدہ کر کے ایک مستند ترین کتاب عربی زبان میں لکھی، جو کتاب الہند کے نام سے مشہور ہے، اس کا اصل نام "کتاب البیرونی فی تحقیق ماللھند" ہے، اس میں موصوف نے تعدد ازدواج کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اصولی طور پر اسلامی قانون کے عین مطابق معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: "(یہاں پر) مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں چار تک کرے اور چار سے زیادہ کرنا اس کے لئے حرام ہے، ہاں اگر ان میں سے کوئی ایک مرجائے تو اس صورت میں وہ چار کا عدد پورا کرسکتا ہے، اب رہا عورت کا معاملہ، تو شوہر کے مرجانے کی صورت میں اس کے لئے نکاح ثانی کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس صورت میں اس کے سامنے دو ہی راستے ہوں گے: یا تو وہ زندگی بھر بیوگی کی حالت میں رہے یا اپنے آپ کو جلالے (ستی ہوجائے) اور یہ دوسری صورت اس کے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ باقی عمر عذاب کی حالت میں رہیگی[18]۔

وہ مزید تحریر کرتا ہے کہ "اہل ہند میں سے بعض کی نظر میں طبقاتی اعتبار سے متعدد عورتیں ہوسکتی ہیں، چنانچہ برہمن کے لئے چار، چھتری (کشتر) کے لئے تین، ویش کے لئے دو اور شودر کے لئے ایک بیوی ہوگی اور ان چار طبقوں میں سے ہر ایک طبقے کے لئے جائز ہے کہ وہ شادی یا تو اپنے طبقے میں کرے یا اپنے سے نچلے طبقے میں، مگر اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے سے اوپر کے طبقے میں شادی کرے، نیز ایک طبقے کی دوسرے طبقے سے شادی کی صورت میں بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی برہمن مرد برہمن عورت سے شادی کرے، تو اس کا بچہ بھی برہمن ہوگا، لیکن اگر کوئی برہمن شودر عورت سے نکاح کرے، تو اس صورت میں بچہ شودر ہوگا[19]۔

---

[18] کتاب الہند، البیرونی، ص ۶۹۴، مطبوعہ حیدرآباد، ۱۳۷۷ھ [19] ایضاً ص ۷۰۱

اس اعتبار سے یہ ایک دلچسپ قانون ہے جو طبقاتی فرق و امتیاز کی وجہ سے انسانی مساوات کے خلاف ہے۔

ڈاکٹر لیبان تحریر کرتا ہے کہ ہندو مذہب میں تعدد ازدواج جائز تھا (اور یہ) رسم زیادہ تر خوشحال لوگوں میں ہے اور نیچے کے طبقات میں عموماً ایک ہی بیوی ہوتی ہے۔ [20]

ان تصریحات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم ہندو شریعت میں تعدد ازدواج پر کوئی پابندی نہیں تھی، بلکہ معیار زیادہ تر چار بیویوں کا تھا، جو اسلامی شریعت سے بھی مطابقت رکھتا ہے اور بعض قوانین میں غیر معین حد کا جواز یہودی شریعت سے مشابہت رکھتا ہے، مگر اس باب میں اسلامی شریعت کی خصوصیت اور اس کا اصلاحی اقدام یہ ہے کہ وہ اس تعداد کو سختی کے ساتھ صرف چار تک محدود کرتی ہے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں میں چند زوجگی کا تناسب

یہ تھا قدیم ہندو مذہب و معاشرے کا ایک مختصر حال، اب جدید معاشرے کی طرف آیئے تو اس میں آج بھی ہمیں تعدد ازدواج کا رواج مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ نظر آتا ہے، چنانچہ ۱۹۸۱ء کے ایک سروے کے مطابق مسلمانوں میں بیک وقت دو شادیوں (BIGAMY) کا رواج ۳ء۴ فی صد تھا جب کہ ہندوؤں میں ۵ء۶ ہے، بدھ مذہب والوں میں ۸ فی صد ہے اور قبائلی لوگوں میں سب سے زیادہ یعنی ۱۵ فی صد ہے[21]

رجسٹرار جنرل آف انڈیا کی رپورٹ ۱۹۶۱ء کے مطابق جینیوں میں یہ تناسب ۹ فی صد ہے، تمل ناڈو کے ایک سروے کے مطابق تقریباً یہی اعداد و شمار ظاہر ہوتے ہیں کہ مسلمانوں میں یہ تناسب چار فی صد اور ہندوؤں میں ساڑھے پانچ فی صد ہے [22]۔

نیز حکومت ہند کی منسٹری آف ایجوکیشن اینڈ سوشل ویلفیر کی ماتحت کمیٹی کی وہ رپورٹ، جو اس نے ۱۹۷۴ء میں ہندوستان میں عورتوں کی حالت سے متعلق پیش کی تھی، اس کی رُو سے ہندوستان میں دو زوجگی کا تناسب مختلف اوقات میں اس طرح تھا:-

---

[20] تمدن ہند، مترجمہ سید علی بلگرامی، ص ۱۷۴، مطبوعہ دہلی

[21] روزنامہ دکن ہیرالڈ بنگلور، مورخہ ۲۴/۴/۱۹۸۴ء

[22] روزنامہ اسٹیٹسمین کلکتہ، مورخہ ۲۸/۹/۱۹۸۴ء، بحوالہ نئی دنیا مورخہ ۱۱/۲/۸۶ء

		۱۹۳۰ — ۱۹۴۰ء فی صد	۱۹۴۱ء — ۱۹۵۰ء فی صد	۱۹۵۱ء — ۱۹۶۰ء فی صد
۱-	قبائلی	۹٫۵۳	۱۷٫۵۳	۱۷٫۹۸
۲-	ہندو	۶٫۷۹	۷٫۱۵	۵٫۰۶
۳-	مسلمان	۷٫۲۹	۷٫۰۶	۴٫۳۱ [۲۳]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں دو زوجگی کا رجحان برابر گھٹ رہا ہے۔ جو ۱۹۴۰ء کے دہے میں موجود سات فی صد سے گھٹ کر ۱۹۶۰ء کے دہے میں چار فی صد ہو گیا ہے۔ اس طرح کی متعدد رپورٹوں سے مسلمانوں کے خلاف کئے جانیوالے غلط پروپیگنڈے کا پول پوری طرح کھل جاتا ہے کہ حقیقت اور افواہوں میں کتنا بڑا فرق ہے!

تعدد ازدواج مسلم ممالک میں

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق ایک مشہور ماہر انسانیت (ANTHROPOLOGIST) جارج مرڈاک کی درجہ بندی کی رُو سے ۲۵۰ کلچروں یا معاشروں میں سے ۱۹۳ میں چند زوجگی یعنی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج پایا گیا ہے[۲۴]

نیز ایک دوسرے حوالے میں مذکورہ بالا ماہر (MURDOCK) ہی کی ایک اور رپورٹ (۱۹۴۹ء) کے مطابق دنیا کی ۵۵۴ قوموں میں سے ۴۱۵ میں کثیر زوجگی کا رواج پایا جاتا ہے:

In his comparison of types of marriage in a world wide sample of 554 societies, Murdock (1949) found polygamy in 415 and polygamy in only 4. [25]

اس موقع پر قدرتی طور پر ذہن میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہو نہ ہو مسلم ملکوں میں چند زوجگی کا رواج زیادہ پایا جاتا ہوگا! جی نہیں، بلکہ حیرت انگیز طور پر مسلم ملکوں میں چند

۲۳ ہفت روزہ ریڈینس دہلی، مورخہ ۲۲/۱۱/۱۹۸۵ء

۲۴ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، ۷/۱۵۵، ایڈیشن ۱۹۸۳ء

۲۵ Dyer, Everett D., Courtship, marriage and family P.20, Homewood, Illinois (USA), 1983.

زوجگی کی بہ نسبت یک زوجگی کا رجحان ہی زیادہ غالب نظر آتا ہے، چنانچہ برٹانیکا کے مذکورہ بالا بیان کے معًا بعد حسبِ ذیل صراحت موجود ہے:

It is doubtful, however, whether such Islamic countries as Algeria, Tunisia, Egypt and Pakistan should today be classified as polygynous; public opinion there seems now to favour monogamy. 26.

نیز اسی انسائیکلو پیڈیا کے مضمون نگاروں کو اس سلسلے میں مزید اعتراف ہے کہ اسلامی شریعت میں تعدد ازدواج یعنی ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت کے باوجود اسلامی معاشرے میں ہمیشہ زیادہ تر یک زوجگی ہی کا رواج رہا ہے:

..... the normal practice in Islamic society has always been that of monogamy.

اور ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے تحریر کیا ہے کہ عرب ممالک کے اعداد و شمار کے مطابق ظاہر ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کرنے والوں کا تناسب بہت ہی کم ہے جو فی ہزار ایک بھی نہیں ہے (فالاحصاءات التی تنشر عن الزواج والطلاق فی البلاد العربیة الاسلامیة تدل علی أن نسبة المتزوجین بأکثر من واحدة نسبة ضئیلة جدًا لا تکاد تبلغ الواحد بالألف [۲۸]

یہ ہے مسلمانوں کی "شہوت پرستی" اور ان کے چار چار شادیاں کرنے کا افسانہ، جس کے باعث عوام کے سامنے ان کی ایک ایسی مہیب اور خیالی تصویر پیش کی جاتی ہے جس کا واقعات کی دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے، معترضین اپنی خیالی تصویروں کے ذریعہ دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ مسلمان گویا کہ اس دنیا کی مخلوق نہیں، بلکہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہیں۔

---

26. Encyclopaedia Britannica, Vol. 7, P. 155, 1983

27. Ibid., Vol. 9, P. 920.

۲۸. المرأة بین الفقه والقانون، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، ص ۱۱۱، بیروت، ۱۹۸۰ء

جدید ہندو قانون کے نقائص

جیسا کہ عرض کیا جا چکا، قدیم دور میں اہل ہند میں تعدّدِ ازدواج کا جواز اور رواج تھا اور یہ رواج ۱۹۵۵ء کے ہندو میرج ایکٹ تک بھی برابر باقی رہا، مگر ۱۹۵۵ء کے ایکٹ کے ذریعہ ہندو مرد اور عورت دونوں کے لئے بیک وقت ایک سے زیادہ شادی کرنا قانوناً جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس ایکٹ کے مطابق ضروری ہے کہ شادی کے وقت فریقین میں سے کسی ایک کے بھی میاں یا بیوی زندہ موجود نہ ہوں، ورنہ دوسری شادی نہ صرف باطل تصوّر کی جائیگی، بلکہ یہ اقدام ہندو مرد اور عورت دونوں کے لئے قابلِ تعزیر جرم قرار پائیگا[29]

اس طرح تعدّدِ ازدواج کے جواز کا وہ قانون، جو ہزاروں سال سے ہندوستان میں جاری اور رائج تھا، ۱۹۵۵ء کے ایکٹ کے ذریعہ ہندوؤں کے لئے یکلخت منسوخ کر دیا گیا، لیکن اس قانون کی منظوری کے بعد مختلف حلقوں میں اس کی مخالفت میں آوازیں بلند ہوئیں اور راؤ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق اس بات کا خدشہ ظاہر کیا گیا کہ تعدّدِ ازدواج پر پابندی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ناجائز تعلقات میں اضافہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ اقدام تبدیلیٔ مذہب کا بھی ایک محرّک بن سکتا ہے، جیسا کہ رپورٹ میں کہا گیا ہے:-

The arguments of the opponents were that monogamy would lead to increased concubinage and conversion to Islam which permits four wives. They were of the view that "If a man is healthy and wealthy, he should be allowed to marry again" and "why should he be deprived of a right which has been enjoyed by him for three thousand years? [30]

ترجمہ: مخالفین کا استدلال یہ ہے کہ یک زوجگی ناجائز تعلقات میں اضافے اور اسلام کے اختیار کرنے کا باعث بن سکتی ہے، جو چار بیویوں کے رکھنے کی اجازت دیتا ہے، ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر ایک آدمی صحت مند اور مالدار ہے تو اسے دوبارہ (دوسری) شادی کرنے کی اجازت ملنی چاہیئے اور اسے اس حق سے کیونکر محروم رکھا جا سکتا ہے جس کا فائدہ وہ تین ہزار سال سے اٹھا رہا ہے؟

---

۲۹ ماڈرن ہندو لا، ص ۹۶،

30. Bagga, V. (Ed), Studies in the Hindu Marriage and the Special Marriage Acts, P. 261, Bombay 1978.

اور یہ محض ایک خدشہ ہی نہیں بلکہ بعد میں رونما ہونے والے واقعات کے باعث ایک حقیقت ثابت ہوا چنانچہ اس قسم کی متعدد رپورٹس موجود ہیں کہ اس پابندی کی بناء پر بہت سے لوگوں نے تعدد ازدواج کا فائدہ اٹھانے کے لئے مذہب اسلام میں پناہ لی چونکہ ملک کے قانون کے مطابق تبدیلی مذہب پر کوئی پابندی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اسباب و محرکات کی چھان بین کا کوئی ذریعہ ہے اور نہ کسی کو اس کا اختیار ہی حاصل ہے بلکہ اس قسم کی چھان بین کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔

when the laws of the country do not prohibit its people to freely renounce their religion and embrace another, the question of motive behind the conversion becomes irrelevant.[31]

غرض ہندو میرج ایکٹ ۱۹۵۵ء کی دفعہ ۱۷ کا اطلاق جسکی رو سے دو زوجگی (BI-GAMY) یعنی بیک وقت دو بیویاں رکھنا، دو ہندوؤں تک محدود ہے جنہوں نے باضابطہ طور پر (ہندو قانون کے پورے رسم رواج کے مطابق) شادی کی ہو اور اس شادی کے وقت زوجین میں سے کسی کا شوہر یا بیوی پہلے سے موجود ہو۔ نتیجہ یہ کہ اس دفعہ کا اطلاق اُس زوج (شوہر یا بیوی) پر نہیں ہوتا جس نے اسلام قبول کر لیا ہو۔

The application of Section 17 of the 1955 Act (Hindu Marriage Act) which provides for punishment of bigamy is limited to two Hindus solemnizing marriage if at the date of such marriage either party had a husband or wife living. Consequently this section shall not apply to a spouse converted to Muslim religion.

اس دفعہ میں ایک قانونی نقص یہ ہے کہ اس میں ایک ہندو کی دوسری شادی کے لئے "باضابطہ" ہونے کی قید لگی ہوئی ہے اور اس سے مراد وہ شادی ہو، جو ہندو دھرم کے

---

31. Bagga, V. (Ed), Studies in the Hindu Marriage and the Special Marriage Acts, P. 282, Bombay' 1978

مطابق پورے رسم ورواج کے ساتھ ادا ہوئی ہو، جس کیلئے اس موقع پر (SOLEMNIZE) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ ہندو مذہب کے مطابق ایسی چند خاص رسمیں ہیں[۳۳]، کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی چھوٹ جائے تو وہ باضابطہ شادی نہیں کہلاتی، لہٰذا دوسری شادی کر لے میاں یا بیوی[۳۴] سزا کے مستحق صرف اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ یہ ثابت ہو جائے کہ دوسری شادی پورے رسم ورواج کے ساتھ ہوئی تھی۔

Before a person can be found punishable under this Section (Section 17) it is necessary to determine the fact whether there had been a subsequent marriage of a spouse during the lifetime of the other spouse. From that point it has to be determined whether the prior marriage was duly solemnized. In case where either of the two marriages is found to be not duly solemnized the position is that in the eye of the law there is only one legal and valid marriage making the charge of bigamy unsustainable. The word "solemnize" means to celebrate the marriage with proper ceremonies and in due form. It follows therefore that unless the marriage is celebrated or performed with proper ceremonies and in due form it cannot be said to be solemnized.[35]

---

۳۳ ماڈرن ہندولا، ص ۸۰، مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۸۲ء، مصنف ڈاکٹر پارس دیوان

۳۴ پہلے ہندو معاشرے میں قانوناً تو نہیں، بلکہ رواجی طور پر عورت بھی متعدد شوہروں والی ہوا کرتی تھی، لہٰذا کثیر زوجگی (POLYGAMY) کے ساتھ کثیر شوہری (POLYANORY) کو بھی روکنے کے لئے یہ قانون بنایا گیا ہے۔

35. Desai Kumud, Indian Law of marriage divorce, Fourth Edition P. 103, Bombay 1981

اس اعتبار سے اگر ایک شادی "باضابطہ" اور دوسری "بے ضابطہ" ہو جائے، تو اس صورت میں قانون کچھ بھی نہیں کر سکتا، بلکہ اس سلسلے میں زوجین کا مجرد اقبال بھی انہیں قانون کی گرفت میں نہیں لا سکتا کہ انہوں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس طرح ایک ہندو کے لئے اب دوسری شادی پر قانوناً پابندی عائد ہونے کے باوجود، اُسے پوری پوری آزادی حاصل ہے کہ وہ اس قانونی نقص کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یا توحیلہ سازی اختیار کرے، یعنی کسی ضروری رسم کو ادا نہ کرے یا پھر وہ اسلام کی آغوش میں پناہ لے۔ اس طرح یہ دو دروازے ہر ہندو کے لئے پوری طرح کھلے ہوئے ہیں لہٰذا اب اُسے قانون کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس معاملے میں بالکل بے اثر بن کر رہ گیا ہے

یکساں سول کوڈ کا ایک پس منظر

اصل میں یہ ہندو قانون کا اتنا بڑا نقص ہے کہ وہ اس کی بناء پر آج صحیح معنی میں ایک دوراہے پر کھڑا ہوا ہے اور ہندو قانون دان حیران ہیں کہ اس "نئی افتاد" کا کیا کیا جائے؟ ایک طرف وہ مغرب کی پیروی میں تعدد ازدواج پر پابندی بھی لگانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف اپنے مذہب وقانون کے نقائص بھی دور کرنا چاہتے ہیں، مگر جیسے جیسے وہ "اصلاح" کی طرف بڑھ رہے ہیں، ویسے ویسے وہ مزید مشکلات سے دوچار ہوتے جا رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ اب قانون دانوں کا ذہن ماؤف ہو چکا ہے اور عقل کام نہیں کر رہی ہے، لہٰذا اب اس کے سامنے بس ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان میں یکساں (یونیفارم) سول کوڈ نافذ کر کے "جھگڑا" ختم کر دیا جائے، چنانچہ اس سلسلے میں ماہرین قانون حکومت کو جو مشورہ دے رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ وہ ان نقائص کو دور کرنے کے لئے فوراً یکساں مدنی قانون (یونیفارم سول کوڈ) پورے ملک میں نافذ کر دے تاکہ اس باب میں ہندو، مسلمان، عیسائی اور پارسی سب برابر ہو جائیں اور پھر کسی کو "اِدھر اُدھر" ہونے کی گنجائش ہی نہ رہ جائے۔

نیز اس سلسلے میں ایک تجویز یہ بھی ہے کہ جب تک یکساں سول کوڈ نافذ نہ ہو جائے، اس وقت تک بعض ایسے قوانین کا سہارا لینا چاہیئے جن کی بناء پر تبدیلیٔ مذہب پر پابندی عائد ہو، تاکہ کوئی پہلی شادی کے برقرار رہتے ہوئے دوسری شادی نہ کر سکے، جیسا کہ ایک قانون دان نے حکومت کو مشورہ دیتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

Until uniform rules of monogamy are enacted for the Country, provisions may be made by statutory enactment (باقی صـ ۴۴ پر)

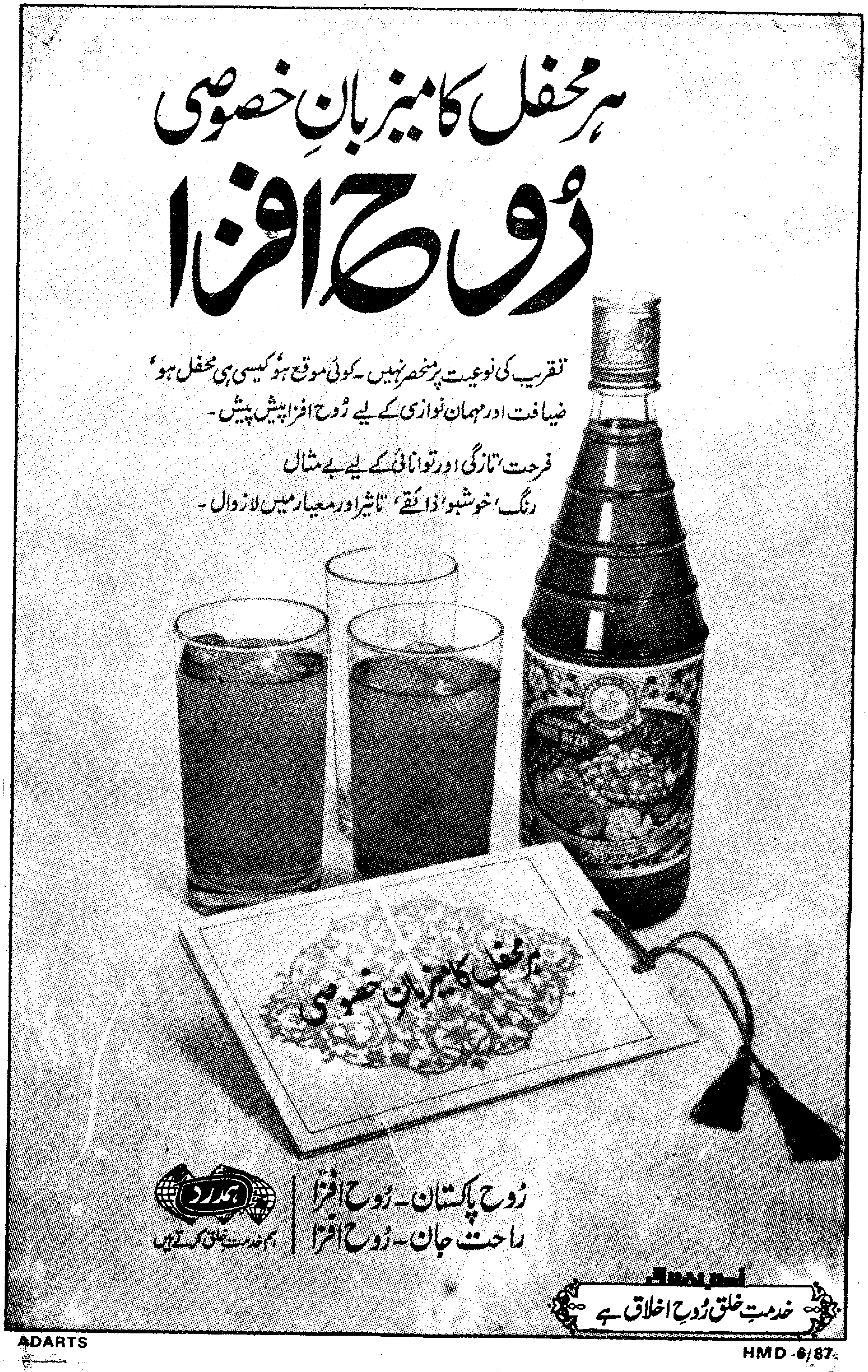

ADARTS

HMD-6/87